لَہ دَعوَۃُ الحَقُ

اسلامی مہینوں کی مناسبت سے ایک دعوتی اور موضوعاتی سلسلہ

ماہِ ربیع الاوّل

عیدِ میلادُ النّبیِّ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی حقیقت

مرتب

مولانا مفتی مُحمّد ایاز درّانی صاحب حفظہ اللہ

العلم پبلیکیشنز

ماہِ ربیع الاول

اور

عید میلاد النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

ابو معاویہ مولانا مفتی محمد ایاز حفظہ اللہ

العلم پبلیکیشنز محلہ جنگی پشاور
091-2590315

فہرست مضامین

مقدمہ	61
عید میلاد کا اصل موجد	67
عید میلاد النبی ﷺ کا تاریخی پس منظر	68
برصغیر پاک و ہند میں عید میلاد النبی ﷺ کی ابتدا	69
عید میلاد النبی ﷺ اور غیروں کی تقلید	70
شریعت میں دو عید ہیں زیادہ نہیں	74
بارہ ربیع الاول کی چھٹی	76
عید میلاد اور حکومتی سرپرستی	77
نبی ﷺ کی تاریخ پیدائش اور وفات	77
تحقیق	79
تاریخ ولادت	79
وفات رسول اللہ ﷺ کب ہوئی؟	80
یوم عرفہ ۱۰ ھ سے ۱۲ ربیع الاول ۱۱ ھ تک تواریخ کا تقابل	80
ربیع الاول کے دن کھانا وغیرہ تیار کرنا	83
عید میلاد النبی ﷺ اور علمائے دیوبند	85
چند دیگر سوالات کے جوابات	89
بریلوی اکابر اور مولود	91

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

مقدمہ

اَلۡحَمۡدُ لِلّٰہِ رَبِّ الۡعَالَمِیۡنَ وَالصَّلوٰۃُ وَالسَّلَامُ عَلٰی سَیِّدِ الرُّسُلِ وَخَاتَمِ النَّبِیِّیۡنَ وَعَلٰی اٰلِہِ الطَّیِّبِیۡنَ وَاَصۡحَابِہِ الطَّاہِرِیۡنَ اَمَّا بَعۡدُ۔

فَاَعُوۡذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیۡطٰنِ الرَّجِیۡمِ۔ بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ۔

قُلۡ ھَلۡ نُنَبِّئُکُمۡ بِالۡاَخۡسَرِیۡنَ اَعۡمَالًا اَلَّذِیۡنَ ضَلَّ سَعۡیُھُمۡ فِی الۡحَیٰوۃِ الدُّنۡیَا وَھُمۡ یَحۡسَبُوۡنَ اَنَّھُمۡ یُحۡسِنُوۡنَ صُنۡعًا۔ [مریم: ۱۰۳، ۱۰۴]

”اے پیغمبر انھیں بتا دیجیے کہ میں تمھیں خبر دیتا ہوں اُن لوگوں کے بارے میں جو عمل کے لحاظ سے بڑے نقصان میں ہیں یہ وہ لوگ ہیں جن کی کوشش (نیک اعمال) دنیا کی زندگی میں ہی برباد ہو گئی اور وہ یہ سمجھتے ہوئے ہیں کہ وہ اچھے کام کر رہے ہیں“۔

اللہ کے آخری نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت کے وقت اسلام اجنبی تھا، ہر طرف کفروشرک کے سائے پھیلے ہوئے تھے، ہر طرح کی خرابیوں اور خرافات کا دور دورہ تھا، ایسے ماحول میں اللہ کے آخری نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت ہوئی۔ اللہ تبارک وتعالیٰ کی تائید ونصرت اور آپ کی مساعی جمیلہ کے نتیجے میں کفروشرک اور خرافات کی گھٹائیں چھٹیں، اسلام کا اُجالا پھیلا جس نے قلیل عرصے میں زمین کے وسیع خطے کو منور کر دیا۔ خیر القرون تک یہ اپنی پوری تابناکی سے جہاں کو منور کرتا رہا، لیکن اس کے بعد آنے والوں نے اس کی ناقدری کی اور وہ بھی ایسی کہ اسلام کے نام پر اسلامی اقدار پامال کی گئیں، اسلامی عقائد کے نام پر کفروشرک پر مبنی عقائد وافکار ایمان میں داخل کیے گئے۔ سنت کی جگہ مستحبات وحسنات کے نام پر بدعات رائج ہوئیں، ذکر کے نام پر ناچنے گانے کی محفلیں گرم ہوئیں، حب رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے نام پر غلو کا شکار ہوئے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا مذاق اڑایا گیا۔ غرض اسلام اور اسلامی احکام کو اس قدر مسخ کیا گیا کہ اسلام پھر سے اجنبی ہو گیا۔ اس طرح اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی پیشین گوئی درست ثابت ہو گئی کہ:

بَدَأَ الْاِسْلَامُ غَرِیْبًا وَّسَیَعُوْدُ کَمَا بَدَأَ [مشکوۃ]

"اسلام جب آیا تھا تو اجنبی تھا اور پھر اجنبی ہو جائے گا"۔

اسلام پھر سے اجنبی ہوا تو اس کے فیوض و برکات بھی اٹھ گئے اور اللہ تعالیٰ کے غیض وغضب کے کوڑے برسنے لگے، ہر طرف فساد برپا ہوا، اور آج اسلام کا نام لینے والی اُمت کا حال سب سے زیادہ بدتر ہے۔ ایسے حالات میں ضرورت اس بات کی ہے کہ اسلام اور اسلامی احکام کے اصلی شکل میں احیا کی کوشش کی جائے، حامل کتاب امت پر اللہ کی طرف سے سونپی گئی یہ اہم ذمہ داری ہے۔

بہر حال اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے کفر وشرک کو مٹا کر توحید کو پھیلایا، بدعات وخرافات کی جگہ اپنی مبارک سنت رائج کیں، مگر افسوس صد افسوس! کہ خیر القرون کے بعد کی نسلوں نے اسلامی اقدار کو پیروں تلے روند کر رسم ورواج اور بدعات شروع کر دیے اور اسی کو اسلام سمجھا جانے لگا۔

ویسے تو اس نوع کی بہت سی بدعات ورسومات رائج ہیں مگر ان سطور میں ہمارا موضوع طویل مدت سے رائج ایک رسم ہے جو کہ بدعت کے زمرے میں داخل ہے جسے عید میلاد النبی صلی اللہ علیہ وسلم کے نام سے موسوم کیا جاتا ہے اور جشن کے طور اسے منانے کے لیے ربیع الاول کی بارہ تاریخ مقرر ہے۔ اس تاریخ کو اللہ کے آخری نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا یوم پیدائش قرار دے کہ خود ساختہ تہوار کے طور پر خوشی منائی جاتی ہے اور برصغیر میں تو اس کا کچھ زیادہ ہی غلغلہ ہے۔ عوام تو درکنار خواص اور حکومت وقت بھی اس کی سرپرستی کرتی ہے اور اس روز سرکاری تعطیل عام ہوتی ہے۔ دکانوں، مکانوں، مساجد، گلیوں اور سڑکوں پر بجلی کے جائز وناجائز کنکشن کے ذریعہ چراغاں کیا جاتا ہے، بیل گاڑیوں، تانگوں، رکشوں، ٹرکوں اور کاروں وغیرہ کو خوب سجا کر ڈھول باجے، ناچ گانے گا کر شیطان کا بھائی بنا جاتا ہے، عشق رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے شرکیہ نعرے، قوالی اور میلاد پڑھانے جیسے غیر شرعی کاموں اور پستہ اخلاقی کا مظاہرہ کرکے جلوس نکالے جاتے ہیں۔ اس کے علاوہ سرکاری ذرائع ابلاغ سے بے پردہ

خواتین کی محافل میلاد نشر کی جاتی ہیں، اخبارات کے خصوصی ایڈیشن شائع کیے جاتے ہیں جن میں ولادت و میلاد پر مضامین ہوتے ہیں اور اس جشن عید میلاد النبی صلی اللہ علیہ وسلم کو بھرپور طریقے سے منانے کی ترغیب ہوا کرتی ہے۔ ولادت وسیرت پر چھپنے والے ان مضامین میں کثرت سے جھوٹی روایات ہوتی ہیں۔ شہر شہر گاؤں گاؤں اور محلّہ محلّہ میلاد النبی کے نام پر جلسے جلوسوں کا اہتمام کیا جاتا ہے جس میں واعظ موضوع روایات اور خودساختہ واقعات بیان کرتے ہیں اور نبی علیہ السلام کی تعریف وتوصیف میں غلو کے راستے سے شرکیات کا ارتکاب کیا جاتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ اللہ تعالیٰ قرآن مجید میں اہل کتاب کو مخاطب کرکے غلو اجتناب کرنے کا حکم دیا ہے۔

قُلْ يَٰٓأَهْلَ ٱلْكِتَٰبِ لَا تَغْلُوا۟ فِى دِينِكُمْ غَيْرَ ٱلْحَقِّ [مائدہ: ۷۷]

"کہو کہ اے کتاب والو! اپنے دین میں ناحق مبالغہ (حد سے تجاوز) نہ کرو"۔

غرضیکہ اس دن ایک ہنگامہ مستی بپا ہوتا ہے اور ستم ظریفی یہ ہے کہ اس کی بنیادی وجہ حب رسول صلی اللہ علیہ وسلم قرار دی جاتی ہے گویا ان کے نزدیک شیطانی انداز میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا یوم ولادت منانا ہی حب رسول صلی اللہ علیہ وسلم ہے، جبکہ قرآن پاک میں اللہ اور رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت کا معیار اطاعت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قرار دیا گیا ہے جیسا کہ ارشاد ہے:

قُلْ إِن كُنتُمْ تُحِبُّونَ ٱللَّهَ فَٱتَّبِعُونِى يُحْبِبْكُمُ ٱللَّهُ وَيَغْفِرْ لَكُمْ ذُنُوبَكُمْ وَٱللَّهُ غَفُورٌ رَّحِيمٌ۔

[آل عمران:۳۱]

"اے نبی! کہہ دو کہ اگر تمہیں اللہ سے محبت ہے تو میری اتباع کرو۔ اللہ بھی تم سے محبت کرے گا اور تمہارے گناہوں کو معاف کردے گا۔ اللہ تعالیٰ بڑا معاف کرنے والا اور رحم کرنے والا ہے"۔

اس آیات کی تفسیر کرتے ہوئے امام عبداللہ بن احمد النسفی: لکھتے ہیں:

فَمَنِ ادَّعٰی مُحَبَّتَہٗ وَخَالَفَ سُنَّۃَ رَسُوْلِہٖ فَھُوَ کَذَّابٌ وَکِتَابُ اللہِ یُکَذِّبُہٗ

[تفسیر مدارک جلد ا ص ١٧ا]

"جو شخص اللہ تعالیٰ سے محبت کا دعوی کرتا ہے اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت کی مخالفت کرتا ہو تو وہ آدمی جھوٹا ہے اور اللہ تعالیٰ کی کتاب بھی اُس کو جھوٹا کہتی ہے۔"

اب دیکھنا یہ ہے کہ امت مسلمہ کہلانے والی یہ عظیم اکثریت جس دن کو اس قدر اہمیت دے کر منارہی ہے قرآن مجید اور احادیث رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے رو سے اس کی حقیقت کیا ہے اور صحابہ کرامؓ کا اس معاملہ میں کیا طرز عمل رہا ہے۔

صحابہ کرامؓ سے بڑھ کر نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے محبت کرنے والا کون ہو سکتا ہے؟ اللہ تعالیٰ نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے ان کی محبت اور جانثاری کی تعریف کرتے ہوئے ان کے ایمان کو معیار ٹھہرایا ہے:

فَاِنْ اٰمَنُوْا بِمِثْلِ مَآ اٰمَنْتُمْ بِہٖ فَقَدِ اھْتَدَوْا [البقرۃ: ١٣٧]

"پس اگر یہ لوگ بھی اسی طرح ایمان لے آئیں جس طرح تم (صحابہ کرامؓ) ایمان لے آئے ہو، تو ہدایت یاب ہو جائیں گے۔"

مگر اس سے پہلے معلوم ہونا چاہیے کہ دین کی بنیاد قرآن مجید اور سنت رسول صلی اللہ علیہ وسلم پر ہے، کوئی بھی معاملہ ہو اسے صرف اور صرف اسی کسوٹی پر پرکھا جانا چاہیے۔ کسی معاملے کی سند قرآن وسنت صحابہ کرامؓ، سلف الصالحین اور ائمہ مجتہدین سے ملتی ہو تو سر آنکھوں پر، بصورت دیگر خواہ کتنا ہی خوشنما نظر آئے اس کی کوئی اہمیت اور حیثیت نہیں۔ یہ بات جہاں قرآن میں اللہ تعالیٰ نے متعدد جگہ واضح فرمادی ہے وہیں نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی احادیث میں اسے صراحت کے ساتھ بیان کردیا ہے۔ چنانچہ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

ثُمَّ جَعَلْنٰکَ عَلٰی شَرِیْعَۃٍ مِّنَ الْاَمْرِ فَاتَّبِعْھَا وَلَا تَتَّبِعْ اَھْوَآءَ الَّذِیْنَ لَا یَعْلَمُوْنَ۔ [الجاثیۃ: ١٨]

"پھر ہم نے ایک شریعت پر تم کو قائم کردیا، تم اسی کی اتباع کرو اور جو علم نہیں رکھتے ان کی خواہشات کی پیروی نہ کرو۔"

اِتَّبِعُوْا مَا اُنْزِلَ اِلَیْکُمْ مِنْ رَّبِّکُمْ وَلَا تَتَّبِعُوْا مِنْ دُوْنِہٖٓ اَوْلِیَآءَ ؕ قَلِیْلًا مَّا تَذَکَّرُوْنَ۔

[الاعراف: ۳]

"جو تمہارے رب کی طرف سے تم پر نازل کیا گیا ہے اس کی پیروی کرو اور اس کے علاوہ دوسرے رفیقوں کی پیروی نہ کرو تم لوگ نصیحت کم ہی قبول کرتے ہو"۔

وَمَآ اٰتٰىكُمُ الرَّسُوْلُ فَخُذُوْهُ وَمَا نَهٰىكُمْ عَنْهُ فَانْتَهُوْا ۚ وَاتَّقُوا اللّٰهَ اِنَّ اللّٰهَ شَدِيْدُ الْعِقَابِ۔

[الحشر: ۷]

"رسول صلی اللہ علیہ وسلم جو کچھ تمہیں دیں، وہ لے لو اور جس چیز سے روک دیں اس سے رُک جاؤ۔ اللہ سے ڈرو۔ بے شک اللہ سخت عذاب دینے والا ہے۔"

ان آیات وارشادات کے مطالعے سے یہ بات بخوبی واضح ہو گی کہ دین صرف وہ ہے جو خالق، مالک و مدبر کائنات نے نازل فرمایا اور اللہ کے آخری نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے تئیس سالہ دور نبوی میں اس کی عملی تفسیر پیش کی، آخر کار یہ نعمت (اسلام) پوری ہوئی:

اَلْيَوْمَ اَكْمَلْتُ لَكُمْ دِيْنَكُمْ وَاَتْمَمْتُ عَلَيْكُمْ نِعْمَتِيْ وَرَضِيْتُ لَكُمُ الْاِسْلَامَ دِيْنًا۔ [المائدۃ: ۳]

"آج میں نے تمہارے لیے دین کو مکمل کر دیا اور تمہارے اوپر اپنی نعمت پوری کر دی اور تمہارے لیے میں نے دین اسلام پسند کیا۔"

نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے حجۃ الوداع کے موقع پر اللہ کو گواہ بنا کر لوگوں پر واضح کر دیا کہ میں نے اس دین کی ایک ایک بات بلا کم وکاست لوگوں تک پہنچا دی ہے۔

اس دین کے اتمام واکمال کے بعد جو بھی نیا عقیدہ و نظریہ اختراع کیا جائیگا، یا طاعت و عبادت کے جو بھی نئے انداز ایجاد کیے جائیں گے، اور جو بھی رسم ورواج جاری کیے جائیں گے وہ سب دین میں اضافہ ہونے کی وجہ سے مردود ہوں گے۔

تکمیل دین کے بعد تمام احداث (نئی چیزوں) کو اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے بدعت قرار دیا ہے اور ہر بدعت گمراہی وضلالت ہے اور ہر گمراہی وضلالت موجب جہنم ہے جیسا کہ ارشاد نبوی صلی اللہ علیہ وسلم ہے:

مَنْ اَحْدَثَ فِیْ اَمْرِنَا ھٰذَا مَا لَیْسَ مِنْهُ فَهُوَ رَدٌّ۔ [بخاری و مسلم]

"جس نے دین میں کوئی ایسا کام کیا جس کی بنیاد شریعت میں نہیں تو وہ کام مردود ہے۔"

مَنْ عَمِلَ عَمَلًا لَیْسَ عَلَیْهِ اَمْرُنَا فَهُوَ رَدٌّ [مسلم]

"جس نے دین میں کوئی ایسا کام کیا جس کا ہم نے حکم نہیں دیا تو وہ کام مردود ہے۔"

اور مزید فرمایا:

فَاِنَّ خَیْرَ الْحَدِیْثِ کِتَابُ اللهِ وَخَیْرَ الْهُدٰی هَدْیُ مُحَمَّدٍ صلی الله علیه وسلم وَشَرَّ الْاُمُوْرِ مُحْدَثَاتُهَا وَکُلُّ مُحْدَثَةٍ بِدْعَةٍ وَکُلُّ بِدْعَةٍ ضَلَالَةٌ۔ [مسلم]

"بہترین بات اللہ کی کتاب ہے اور بہترین ہدایت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی ہدایت ہے اور بدترین کام دین میں نئی بات ایجاد کرنا ہے، دین میں ہر نئی بات بدعت ہے اور ہر بدعت گمراہی ہے۔"

اور ترمذی نے ان الفاظ کے اضافہ سے نقل کیا ہے:

کُلُّ ضَلَالَةٍ فِی النَّارِ۔ "اور ہر گمراہی جہنم کی طرف دھکیلنے والی ہے"۔

چنانچہ دین وہ ہے جو قرآن میں موجود اور سنت سے ثابت ہے۔ اب دیکھنا یہ ہے کہ کیا عید میلاد النبی صلی اللہ علیہ وسلم کے نام سے موسوم اس تہوار اور جشن کا ذکر قرآن وحدیث میں موجود ہے؟ اور صحابہ کرامؓ کے طرز عمل سے اس کی تصدیق ہوتی ہے یا نہیں؟ قرآن واحادیث صحیحہ کے بغور مطالعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ اس میں اس کا جواز تو کجا ذکر تک نہیں ہے اور رہا صحابہ کرامؓ کا طرز عمل تو اسمیں بھی اس قسم کا کوئی سراغ نہیں ملتا۔ یہاں یہ بھی یاد رہے کہ صحابہ کرامؓ سے بڑھ کر دین کو سمجھنے والا اور اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے محبت کرنے والا کوئی نہیں ہو سکتا۔ اگر نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی ولادت کا جشن منانا محبت کا انداز ہوتا تو سب سے پہلے اس کی حرص صحابہ کرامؓ کو ہوتی۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے فرمان کے مطابق صحابہ کرامؓ، تابعین وتبع تابعین کا دور خیر القرون میں شامل ہے۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

خَيْرُ النَّاسِ قَرْنِيْ ثُمَّ الَّذِيْنَ يَلُوْنَهُمْ ثُمَّ الَّذِيْنَ يَلُوْنَهُمْ

"بہترین لوگ وہ ہیں جو میرے زمانے میں ہیں (صحابہ کرامؓ) پھر ان کے بعد والے (تابعینؒ) اور پھر ان کے بعد والے (تبع تابعین)"۔

ان ادوار میں اس تیسری عید، عید میلاد لنبی صلی اللہ علیہ وسلم کا کوئی نام ونشان نہیں ملتا، اسی طرح فقہی مذاہب کے ائمہ خصوصاً امام ابو حنیفہؒ، امام مالکؒ، امام شافعیؒ، امام احمدؒ کا دور دیکھا جائے تو اس میں بھی اس قسم کی بات نہ ملے گی اور ان اماموں میں سے کسی نے اس کے منانے کا حکم دیا۔

اسی طرح مفسرین مثلاً ابن کثیر، امام رازی ، ابن جریر، قرطبیؒ، روح المعانی، زمخشری، خازن، مدارک زادالمسیر، جلال الدین رحمہم اللہ کی تفاسیر عید میلاد النبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ذکر خالی سے ہیں۔ محدثین امام بخاری، امام مسلم، امام ترمذی، امام نسائی، امام ابوداؤد، امام ابن ماجہ، امام احمد، امام مالک، رحمہم اللہ وغیرہ کی کتب اس عنوان سے خالی نظر آتی ہیں۔ اس کے علاوہ اولیاء اللہ کی فہرست شیخ عبدالقادر جیلانیؒ، بازید بسطامیؒ، شیخ جنید بغدادیؒ، مجدد الف ثانیؒ وغیرہ ان تمام حضرات کی زندگیاں میلاد النبی صلی اللہ علیہ وسلم کے جلوس سے خالی نظر آتی ہیں ان تمام سے یہ کام ثابت نہیں۔ پھر بھی یہ لوگ اسے بڑے جوش وخروش اور بے پناہ عقیدت واحترام سے مناتے ہیں۔

عید میلاد کا اصل موجد:

عید میلاد کا اصل موجد تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا چچا ابو لہب ہے۔ جب اس کی لونڈی ثوبیہ نے اسے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی ولادت باسعادت کی خوشخبری سنائی تو بطور اظہار خوشی اور فرط مسرت سے اپنی لونڈی کو آزاد کر دیا۔ گویا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی میلاد (ولادت) پر پہلی بار عید منانے والا ابو لہب ہے۔ لیکن اس نے جب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے مقصد ولادت یعنی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت کو نہ اپنایا تو مردود ہوا اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی ولادت پر عید اور خوشی منانا اس کے کسی کام نہ آیا۔ بلکہ اللہ تعالیٰ نے اس کے

بارے میں فرمایا:

تَبَّتۡ يَدَاۤ اَبِىۡ لَهَبٍ وَّتَبَّ [سورۃ اللھب]

"ابو لہب کے ہاتھ ٹوٹیں اور وہ ہلاک ہو۔"

جو لوگ آج عید میلاد مناتے ہیں وہ اصل میں ابو لہب کے پیروکار بنتے ہیں۔

اگر عید میلاد منانا سبب نجات ہوتا تو آج ابو لہب ایسے لوگوں میں سرفہرست ہوتا۔ حالانکہ نجات تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی تابعداری میں منحصر ہے نہ کہ اپنی طرف سے ایجادات وخرافات میں۔

عید میلاد النبی صلی اللہ علیہ وسلم کا تاریخی پس منظر:

دین کے ماخذ قرآن وسنت اور صحابہ کرامؓ، تابعین، تبع تابعین اور مجتہدین کے ادوار میں غیر موجود یہ چیز ہمارے یہاں کہاں سے برآمد ہوئی اور کس طرح درآئی؟ اس سوال کا جواب اتنا مشکل نہیں، تھوڑی سی تلاش و جستجو سے معلوم کیا جاسکتا ہے کہ یہ عظیم بدعت ساتویں صدی ہجری میں شروع ہوئی۔ اس کی ایجاد کا سہرا اربل کے بادشاہ الملک المظفر ابو سعید بن حسن سبکتگین بن محمد کوکری المتوفی ۶۳۰ھ کے سر ہے۔ اس حکمران نے سیاسی مفادات کی خاطر عوام کے دل کو مائل اور خوش کرنے اور ان کو اس کے ذریعے مشغول کرکے حکومت کرنے کی خاطر اس میلاد کی ایجاد کی اور وہ ہر سال لاکھوں روپے بیت المال سے اس بدعت پر خرچ کرتا تھا۔ علامہ ذہبیؒ اور ابن کثیرؒ نے لکھا ہے کہ وہ بادشاہ بارہ سال محفل میلاد پر تین لاکھ روپے خرچ کرتا تھا (قطع الوتین: ۲۳) اربل کے بادشاہ کی خوشنودی کی خاطر دنیا پرست بے دین وکذاب ملا عمر بن محمد الحسن بن علی نے میلاد النبی صلی اللہ علیہ وسلم جیسی بدعت کے جواز کے لیے فتویٰ اور مواد بہم پہنچایا۔ جواز میں ایک کتاب لکھی اور بادشاہ کے دربار میں پیش کی جس پر بادشاہ نے اسے بہت زیادہ انعام دیا۔ اس کے بارے میں حافظ ابن کثیر نے لکھا ہے کہ وہ مولوی ائمہ دین اور علماء سلف کی شان میں بہت گستاخی کرتا تھا۔ گندی زبان والا، بے وقوف اور

متکبر تھا۔ دین کے کام میں بہت سست اور بے پرواتھا۔ [لسان المیزان بحوالہ قطع الوتین وحقیقت میلاد]

بادشاہ اربل نے اس میلاد کی خوب تشہیر کی اور بڑے ہی تزک واحتشام سے منایا۔اس طرح یہ دونوں اس کے موجد قرار پاتے ہیں۔ بادشاہ اربل نے اس کی تشہیر واشاعت میں خوب بڑھ چڑھ کر حصہ لیا تھااس وجہ سے اکثر مورخین نے اسی کو اسکا موجد قرار دیا ہے۔ مورخین نے بیان کیا ہے کہ یہ دونوں بے دین و بدقماش اور بے ھودہ اشخاص تھے، دین سے انہیں کوئی تعلق خاطر نہ تھا۔[توضیح المرام، راہ سنت مولانا صفدر صاحب، ابن خلکان اور دیگر کتب تاریخ]

برصغیر پاک وہند میں عید میلادالنبی صلی اللہ علیہ وسلم کی ابتدا:

متحدہ ہندوستان میں سب سے پہلے عید میلاد کا تذکرہ ۱۹۰۴ء میں ملتا ہے جو کہ ریاست ٹونک کے نواب صاحب کے اہتمام سے ان کے محل میں بڑی دھوم دھام سے منائی جاتی تھی اور سات دن تک کچہریاں بند رہتی تھیں اور محل کے ایک کمرے میں چار ستوں چاندی کے اور اُن پر پھولوں کی چھت اور پھولوں کی دیواریں بنائی جاتی تھیں اور روشنی کے لیے دس ہزار چھ سو چھوٹی بڑی لالٹینیں، اگربتیاں سلگانے کے لیے سونے کا گلدستہ جس میں سینکڑوں اگربتیاں سلگتی تھیں اور شمعدان سونے اور چاندی کے بنے ہوتے تھے۔سات روز تک نواب صاحب کی اپنی تصنیف کردہ کتاب مولود رات کو نو بجے سے صبح ۲ یا ۴ بجے تک پڑھی جاتی تھی چھ سات ہزار آدمی جمع ہوتے تھے ان سب کو عطر ملا جاتا، پھولوں، کے ہار پہنائے جاتے اور گلاب پاشی ہوتی، فی آدمی دس دس لڈو تقسیم کیے جاتے، مولود سن کر نعرے لگاتے ہیں اور پیدائش رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے دن صبح چار بجے سو توپوں کی سلامی ہوتی، قیدی رہا کیے جاتے، چاندی کی صراحیوں اور چاندی کے ورقوں والے پان سب کو تقسیم کیے جاتے۔

[عید میلادالنبی اور اس کی شرعی حیثیت: ۴۴، ازعلامہ نیلوی]

عید میلاد النبی صلی اللہ علیہ وسلم اور غیروں کی تقلید:

عید میلاد النبی صلی اللہ علیہ وسلم کو ایجاد کرنے کے بعد عوامی سطح پر اس کو محلوں سے باہر گلیوں اور بازاروں میں کون گھسیٹ لایا اور اس کا اصل سبب کیا چیز بنی؟

اس سلسلے میں پہلے "تہذیب نسواں" کے ایڈیٹر سید ممتاز علی نے تحریک شروع کی وہ لکھتا ہے کہ:

"عرصہ ہوا مجھے ایک مرتبہ اپنے ایک عیسائی دوست کے ہاں "کرسمس" کی رات مہمان ہونے کا اتفاق ہوا۔ اس رات میں نے ان کی عبادت کا جوش وخروش اور اگلے دن اس تقریب کی خوشیوں کا جو سامان واہتمام دیکھا میں اس پر دنگ رہ گیا اور یہ خیال کرکے دل ہی دل میں بے حد نادم وشرمسار ہوا کہ اس کے مقابلہ میں ہماری مجالس میلاد کس قدر ہیچ وحقیر ہوتی ہیں۔" [دیباچہ سبیل الرشاد]

پھر ایک جگہ لکھتا ہے:

"اس میں کچھ بھی شک نہیں کہ اوّل میلاد نبوی کی تحریک عیسائیوں کے بڑے دن کے ذکر کے ساتھ شروع ہوئی۔" [ص:۶۵]

پھر لکھا کہ:

"میں نے لاہور میں دیکھا ہے کہ شالامار باغ کے میلے کی تیاری کے لیے لوگ مہینوں پہلے فوق البھڑک جوڑے تیار کراتے اور اس دن بڑے شوق سے پہنتے عمدہ عمدہ کھانے کھاتے اور کھلاتے اور خوب خوشی مناتے ہیں۔" [ص۷۵]

۷ فروری ۱۹۱۴ء کے تہذیب میں جناب حبیب صاحب کا ایک مضمون شائع ہوا جو اس طرح شروع ہوتا ہے:

"کل مہذب ممالک کا یہ دستور ہے کہ وہ ہر بڑے آدمی کی یادگار قائم کرتے ہیں۔ کسی کے نام سے مدرسہ بنتا ہے، کسی کا بت قائم کیا جاتا ہے، کسی کے نام پر شفاخانہ بنایا یا باغ لگایا

جاتا ہے۔ یہ تو دنیا والوں کا ذکر ہے۔ اب دین والوں کا حال سنو۔ بنی اسرائیل آج تک اُس دن خوشی مناتے اور عید کرتے ہیں جس دن انہیں حضرت موسیٰ نے فرعون کے پنجے سے رہائی دلائی تھی۔ ہنو سری رام چند رجی کے بارہ برس بن باس رہ آنے۔ لنکا کو فتح کرکے اپنی بیوی کو چھڑالانے اور پھر اپنے تخت پر بیٹھ کر حکومت کرنے کی خوشی میں ہر سال دسہرے کا تہوار مناتے ہیں۔ مسیحی عشائے ربانی کے نام سے اس دن کی یادگار قائم کرتے ہیں جس دن حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے دنیا سے رخصت ہونے سے پہلے اپنے شاگردوں کو روٹی اور پانی دے کر گناہ سے پاک کیا تھا سکھوں میں جس محبت، ادب اور شان و شوکت کے ساتھ بابا نانک کی پیدائش کے دن کی یادگار منائی جاتی ہے اس کی مثال ان کی اور خوشیوں میں مشکل سے ملے گی۔" [ص:۷۸]

پھر عباسی بیگم صاحبہ کے مضمون میں لکھا ہے کہ: "ہر قوم ہر مذہب وملت کے لوگوں پر غور کیجئے وہ اپنے مذہبی پیشواؤں کی یادگار کے ساتھ جلسوں میں کس قدر قومی مسرت کا اظہار کرتے ہیں۔ مسیحی قوموں کو دیکھو کہ حضرت مسیح علیہ السلام کی پیدائش کے دن کی کیسی عزت وعظمت دنیا کو دکھاتے ہیں اور کئی کئی مہینے پہلے اس کی تیاریاں شروع کرتے ہیں۔ پھر اپنے ملک کے ہندو بھائی بہنوں کو دیکھیے کہ وہ اپنے کرشن مہاراج کی پیدائش کے دن کو جسے وہ جنم اشمی کہتے ہیں، کس قدر مقدس و متبرک جانتے اور اس روز عبادت صدقات، خیرات کرتے ہیں۔

[ص:۸۴]

پھر ہندوؤں کے فرقہ برہمو سماج کی طرف سے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی سال گرہ ماننے کا حال بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں: "مندر میں ہر سال راجہ موہن رائے مرحوم کی سال گرہ کا جلسہ بڑی دھوم دھام سے ہوتا ہے۔ ۴، ۵ سال کا ذکر ہے کہ لاہور میں اس سالگرہ کا جلسہ میں شامل ہوں اور راجہ رام موہن رائے کی بابت جلسے میں تقریر کروں۔ میں نے خوشی سے اس فرمائش کو منظور کیا مگر اس شرط سے کہ وہ اپنے مندر میں ربیع الاول کی مقررہ تاریخ کو جناب رسول خدا صلعم کی سال گرہ بھی منائیں۔ ان لوگوں نے نہایت مہربانی سے میری اس درخواست کو منظور کیا۔ میں راج رام موہن رائے کی سالگرہ میں شامل ہوا اور

سینکڑوں مسلمانوں کو بھی لے گیا۔اور اس بزرگ نے وحدانیت کی اشاعت میں جو بیش بہاخدمتیں کیں ان کی بے حد تعریف کی اور کہا کہ بے شک تمام ملک کو ان خدمتوں کا دل سے شکر گزار ہونا چاہیے۔"

چندروز کے بعد ربیع کا مہینہ بھی آپہنچا اور مندر کی منتظمہ کمیٹی نے اپنے وعدہ کے بموجب جناب رسول مقبول کی سال گرہ کا اعلان کیا۔ وہ جلسہ در حقیقت دیکھنے کے قابل تھا۔ تمام ہال آدمیوں سے کھچاکھچ بھرا ہوا تھا تل دھرنے کو جگہ نہ تھی۔ جناب پیغمبر خدا کی سال گرہ اور تمام برہمولوگ خوشی میں پھولوں کے ہار پہنے ہوئے تھے۔ ہم لوگوں کو بھی ہار پہنائے گئے۔

پھر اس جلسے میں کچھ تقریر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے بارے اور کچھ حضرت عمرؓ کے ایمان لانے کے بارے معمولی سی تقریر سید ممتاز علی صاحب نے کی، اس کے بعد:

"برہمو نیک دل بزرگوں میں سے بابو ابناش چند موزمدار اٹھے اور حضرت عمرؓ کے ایمان لانے کا قصہ دوبارہ انگریزی میں بے انتہا موثر طور پر انگریزی خوان ہندو نوجوانوں کو سنایا۔ بابو صاحب ممدوح جوش محبت رسولِ مقبول سے بالکل ازخودرفتہ معلوم ہوتے تھے اور ان کے منہ سے ایک ایک لفظ تاثیر سے بھرا ہوا نکلتا تھا اور حاضرین کے دلوں میں بیٹھتا تھا بابو صاحب ممدوح پر رقت کا یہ عالم تھا کہ آنکھوں سے آنسو نہیں تھمتے تھے، اور اُن کی تمام داڑھی آنسوؤں سے تر ہو گئی تھی اور تمام مجمع محو حیرت تھا۔"

سید ممتاز علی نے لکھا کہ:

"اس طرح نیک دل شکر گزار برہمولوگوں نے حبیب خدا رسول مقبول کی سال گرہ منائی۔"

پھر لکھتے ہیں کہ:

"میں نے اس جلسے کا ذکر اپنی مرحومہ سے کیا۔ ان پر اس کا اس قدر اثر ہوا کہ وہ اس جلسے کی شکر گزاری میں ہمیشہ اس مندر کی زنانہ مجالس میں جاکر شریک ہوتیں اور اکثر برہمو لیڈیاں بھی اُن سے ملنے گھر پر آتی تھیں۔" [ص: ۲۲، ۲۳]

نیز سید صاحب نے اپنی کتاب کے دیباچے میں لکھا ہے:

"ہمارے احمدی (قادیانی) بھائیوں نے اختلاف کرکے اپنی ڈیڑھ اینٹ کی مسجد الگ بنالی یعنی وہ عید میلاد کے نام کی بجائے یوم النبی صلی اللہ علیہ وسلم کے نام سے ایک تقریب علیحدہ منانے لگے"۔

یادرہے کہ مرزا قادیانی کے بیٹے مرزا بشیرالدین محمود احمد نے ۱۹۲۷ء اس تقریب کی طرح ڈالی تھی۔

سید صاحب نے عیسائیوں کی عید کا حال بڑی حسرت سے بیان کیا ہے۔ بڑے زور شور سے گھنٹے بجنا، پھر خوش آوازی اور شیریں نغمہ کے ساتھ، باجے، بینڈ عیسائیوں کے گھر گھر پھرنا تمام عیسائی مرد اور عورتوں کا نہادھو کر اور لباس فاخرہ پہن کر گرجاؤں میں جانا، بچوں کا عمدہ عمدہ لباس پہننا مکان، دکان، شہر کوچہ وبازاروں کی سجاوٹ اور آرائش، عیسائیوں کے کرسمس کیک طرح طرح کی مٹھائیاں، خوشی کے جلسے سید صاحب کے لیے مشعل راہ بنے۔ وہ فرماتے ہیں: "مسلمان اگر عید میلاد کو کرسمس کے سے تکلف و اہتمام سے منانے کی ہمت وقدرت نہیں رکھتے تو اس موقع پر کم از کم اتنا کریں کہ شام کے وقت جس کی صبح کو عید ہو بستی کے چاروں طرف اس طرح گولے چلائے جائیں جس طرح عید کا چاند دیکھ کر چلائے گاتے ہیں۔" [دیباچہ]

عید کے موقعوں پر جو طریقے اظہار فرح وسرُور کے عام طور پر اختیار کیے جاتے ہیں، وہ اس عید پر بھی اختیار کیے جائیں۔ اس میں حدیث یا فقہ کے رُو سے بال کی کھال نکالنی فضول ہے۔ [ص ۴۵]

اور عید کے دن کی طرح مکلّف لباس اور مکلّف کھانوں سے اظہار خوشی وخرمی کریں۔

[ص: ۶۱]

میلاد پاک کی عیدین سے زیادہ خوشی منایا کریں۔۔۔ جس میں دھوم دھام سے میلے ہوں۔ [ص: ۴۱]

بعد نماز بچیوں کے اور سب کے گلوں میں پھولوں کے ہار ڈالے جائیں اور تکلف سے ناشتا کھانا چاہیے جس میں دودھ میں بھیگے ہوئے چوہارے ضرور ہوں۔جو صاحب مقدور رکھتے ہوں قربانی کریں۔۔ملاپ داروں کے ہاں عمدہ عمدہ تازہ مٹھائی اور پھل تحائف کے طور پر بھیجنے چاہیے۔نیز مبارک باد عید میلاد کے کارڈ بنوانے اور ایک دوسرے کے پاس بھیجنے چاہیئں۔[ص:۴۸]

اس کے بعد سید صاحب نے لکھا کہ :

"سب سے پہلے عید ۲۹ مارچ ۱۹۱۰ء کو منائی گئی۔" [ص:۱۱۷]

یعنی ان کی کوشش بار آور ثابت ہوئیں۔

[عید میلاد النبی اور اس کی شرعی حیثیت از علامہ نیلوی]

سطور بالا میں آپ نے دیکھ لیا کہ کس طرح غیر اقوام مثلا عیسائیوں، ہندوؤں، سکھوں، برہمو سماجیوں اور قادیانیوں کی تقلید کرکے عید میلاد النبی صلی اللہ علیہ وسلم کا جشن وجود میں لایا گیا ہے۔اللہ تعالیٰ ایسے موجدین کے خیالات باطلہ سے محفوظ و مامون رکھے اور کتاب وسنت پر عمل کرنے کی توفیق عطا فرمائے جو حب رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی اصل نشانی ہے۔

شریعت میں دو عید ہیں زیادہ نہیں:

اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے مسلمانوں کے لیے دو عیدیں مقرر کی تھیں: ایک عید الفطر اور دوسری عید الاضحیٰ۔ عید میلاد النبی صلی اللہ علیہ وسلم کے نام سے یہ تیسری "ایجاد بندہ" ہونے کی وجہ سے قابل رد اور مردود ہے خواہ اسکا مقصد کیسا ہی نیک کیوں نہ ہو۔

اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی بتائی ہوئی دو عیدوں کے ساتھ یہ تیسری عید ایجاد کی گئی ہے۔ان کی نظر میں اس خود ساختہ کی اہمیت کا اندازہ ان کے اس شعر سے لگایا جاسکتا ہے کہ جو کہ اس دن جگہ جگہ بینرز پر لکھا ہوا نظر آتا ہے

نثار تیری چہل پہل پر ہزاروں عیدیں اے ربیع الاول
سوائے ابلیس کے جہاں میں سبھی تو خوشیاں منا رہے ہیں

حالانکہ ابلیس تو انہیں دیکھ کر سب سے زیادہ خوش ہوتا ہوگا کہ رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے محبت کا دعویٰ کرنے والے ان کی سنت پر عمل کرنے کے بجائے میرے طریقے پر چل رہے ہیں۔

اس تیسری عید منانے والوں کا طرز عمل زمانۂ جاہلیت کے اہل کتاب اور مشرکین سے ملتا ہے۔ وہ بھی اللہ اور اس کے رسولوں کی پیروں کے بجائے ان کی یادگاروں سے عقیدت و محبت، عبادت و بندگی کا تعلق قائم کر لیتے تھے اور یہ بھی قرآن و سنت کی پیروں کی بجائے انہی کی طرح ہر سال آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا یوم ولادت یادگار کے طور پر مناتے ہیں حالانکہ اسلام میں کسی کا بھی ہر سال یوم پیدائش یا یوم وفات منانے کا سرے سے کوئی جواز ہی موجود نہیں ہے اور صحابہ کرامؓ اس قسم کی سوچ و فکر کے زبردست مخالف تھے۔ اس کا اندازہ اس واقعہ سے ہوتا ہے کہ جب عمرؓ کے دور خلافت میں مسلمانوں کے کیلنڈر شروع کرنے کا معاملہ درپیش ہوا تو انھوں نے کیلنڈر کو ہجرت کے عظیم الشان واقعے سے شروع کروایا، اسی لیے یہ سن ہجری کہلاتا ہے۔ امام سرخسی سیر کبیر کی شرح میں لکھتے ہیں:

"جب عمر بن خطابؓ نے تعین تاریخ کے بارے میں صحابہ کرامؓ کو جمع کیا تو بعض نے مشورہ دیا کہ تاریخ کی ابتدا ولادت باسعادت سے ہونی چاہیے لیکن عمر بن خطابؓ نے اس رائے کو پسند نہیں فرمایا، اس لیے کہ اس میں عیسائیوں کے ساتھ مشابہت ہوتی ہے کہ ان کی تاریخ عیسیٰ علیہ السلام کی ولادت سے ہے"۔ [السیر الکبیر ۲۳:۴]

الغرض ہر سال یوم پیدائش و یوم وفات منانا درحقیقت ہندوؤں اور عیسائیوں کا طریقہ ہے۔ ہندوؤں کے یہاں "جنم اشٹمی" ہے اور عیسائیوں کے یہاں "کرسمس ڈے" "عید میلاد النبی صلی اللہ علیہ وسلم کا تہوار و جشن ان ہی قوموں سے براہ راست مشابہت ہے حالانکہ اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی امت کو اہل کتاب کی مخالفت کی تعلیم فرمائی اور ان کی نقل کرنے سے سختی سے منع فرمایا:

مَنْ تَشَبَّهَ بِقَوْمٍ فَهُوَ مِنْهُمْ [ابوداود، مسند احمد]

"جو کسی قوم کی مشابہت اختیار کرے وہ انہی میں سے ہے۔"

بارہ ربیع الاول کی چھٹی:

دنیا کا کاروبار بند کر دینا مسلمانوں کے لیے بغرض اظہار غم عاشورہ کے روز بھی شرعاً ادلہ شرعیہ اربعہ میں کسی ایک دلیل سے بھی ثابت نہیں۔ اسی طرح ۱۲ ربیع الاول کو کاروبار کی بندش کو کیسے صحیح قرار دیا جا سکتا ہے۔ خلفائے راشدین وائمہ مجتہدین وسلف صالحین کے زمانہ میں اس تاریخ کو دنیا کا کاروبار بند کرنا ثابت نہیں اور اسی طرح پر محفل میلاد کا منعقد کرنا بھی اس مروج طور پر ثابت نہیں اور شرعا کسی میت پر تین روز سے زائد صدمہ کا اظہار کرنا جائز نہیں۔ ماسوائے بیوہ عورت کے کہ اس کے لیے صرف چار مہینے دس دن مقرر ہیں کہ ان ایام میں زینت وآرائش نہ کرے۔ لیکن دنیاوی ضروری کام کے ترک کر دینے کا حکم شرعی اس کے لیے بھی نہیں۔ تو آن حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے وصال کی ۱۲ تاریخ کے روز اگر اس زمانہ میں دنیاوی روزگار وکاروبار کا بند کرنا جاری کر دیا جائے گا تو چند سال کے بعد عوام الناس اس حکم کو شرعی وضروری ٹھہرانے کی وجہ سے گنہگار ہوں گے اور ایسا کام جو ذریعہ معصیت کا ہوتا ہے تو وہ بھی ناجائز اور گناہ ہو جاتا ہے۔ [اجابہ وکتبہ المرسلین نائب مفتی مدرہ امینیہ دہلی]

جواب صحیح ہے، بے شک اس روز کاروبار بند کرنا کوئی شرعی حکم نہیں ہے، اس کو شرعی حیثیت دے کر تعطیل جاری کرنا ایک ایجاد و احداث فی الدین ہے۔

[محمد کفایت اللہ لہ، صدر جمعیۃ علماء ہند دہلی]

بغرض اظہار غم کاروبار بند کرنا یہ ایک دنیاوی رسم ہے۔ شرعاً اس کا ثبوت نہیں، اور اظہار عظمت کے واسطے بھی کاروبار بند کرنے کا شرع میں بالکل ثبوت نہیں۔

[محمد شفیع عفی عنہ مدرس مدرجہ عبدالرب دہلی، از عید میلاد النبی اور اس کی شرعی حیثیت علامہ نیلوی]

عید میلاد اور حکومتی سرپرستی:

افسوس کی بات ہے کہ مذہب، دین اور میلاد النبی صلی اللہ علیہ وسلم کے نام پر جو خرافات اور بدعات ہوتی ہیں اس کی سرپرستی ہمارے حکمران کرتے ہیں اور حکومتی سطح پر عید میلاد النبی بڑے اہتمام کے ساتھ منایا جاتاہے۔ ذرائع ابلاغ ریڈیو، ٹیلی ویژن وغیرہ سے اس میلاد کی بہت زیادہ نشرواشاعت کی جاتی ہے۔ اس کے علاوہ اسی دن عام تعطیل ہوتی ہے، سکول، کالج وغیرہ بند ہوتے ہیں اور محکمہ تعلیم کے ذمہ دار افراد سکول کے اساتذہ اور طلبہ کو مجبور کرتے ہیں کہ وہ میلاد النبی صلی اللہ علیہ وسلم کے جلوس میں شریک ہوں۔ محکمہ تعلیم کی طرف سے یہ حکم سراسر ناانصافی ہے۔ میلاد کے اس جلوس کا ثبوت نہ قرآن وحدیث سے ہے نہ صحابہ کرامؓ کے عمل سے نہ تابعین کے اقوال سے نہ آئمہ کرامؒ کے افعال سے نہ بزرگان دین کے فرمان سے ہے۔ اس لیے پاکستان میں بسنے والے کروڑں صحیح العقیدہ اور سنجیدہ مسلمان میلاد النبی صلی اللہ علیہ وسلم کے جلوس اور عید کے قائل نہیں۔ پھر انہیں سرکاری سطح پر کیوں مجبور کیا جاتا ہے؟۔

نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی تاریخ پیدائش اور وفات:

یہ بات بھی قابل ذکر ہے کہ بارہ ربیع الاول کو نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی ولادت کا دن قرار دیا جاتاہے، حالانکہ یہ خود محل نظر ہے۔ اس تاریخ کو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی پیدائش قطعاً ثابت نہیں ہے۔ اس بات میں بھی اختلاف ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کس ماہ میں پیدا ہوئے ہیں۔

زرقانی کی جلد اص ۱۳۰ میں لکھا ہے کہ بعض کہتے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم ربیع االاخر میں پیدا ہوئے بعض صفر میں، بعض رجب میں، بعض رمضان المبارک میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی پیدائش بتاتے ہیں مگر مشہور اور محقق مسلک یہی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی پیدائش کا مہینہ ربیع الاول ہے۔ پھر اس میں اختلاف ہے کہ وہ تاریخ کون سی تھی۔ بعض نے ۲، بعض نے ۸، بعض نے ۹، بعض نے ۱۷ ربیع الاول بتائی ہے۔ آخری قول اہل تشیع کے ہاں مشہور ہے مگر غلط ہے کیونکہ ۱۷ کو پیر کا دن نہیں آتا۔

مشہور یہی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی ولادت باسعادت ۱۲ ربیع الاول کو ہوئی لیکن محقق مؤرخین و محدثین نے ۸ یا ۹ ربیع الاول تاریخ ولادت قرار دی ہے، چنانچہ علامہ شبلی نعمانیؒ نے لکھا ہے "تاریخ ولادت کے متعلق مصر کے مشہور عالم فلکیات محمود پاشا فلکی نے ایک رسالہ لکھا ہے جس میں انھوں نے دلائل ریاضی سے ثابت کیا ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی ولادت ۹ ربیع الاول روز دوشنبہ بمطابق ۲۰ اپریل ۵۷۱ عیسوی میں ہوئی۔ قاضی سلمان منصور پوریؒ نے بھی رحمۃ للعالمین جلد ا ص ۲۰ میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی تاریخ ولادت ۹ ربیع الاول قرار دی ہے۔ مولانا محمد ادریس کاندھلویؒ نے سیرت المصطفیٰ جلد ا ص ۵۱ میں جمہور محدثین و مورخین کے ممتاز قول کے مطابق ۸ ربیع الاول تاریخ ولادت قرار دی ہے۔ اصل میں ۹ اور ۱۰ ربیع الاول میں اتنا فرق نہیں کیونکہ شمسی قمری حساب میں ایک دن کا فرق آجانا کوئی بعید نہیں۔آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے یوم پیدائش میں اتنا اختلاف بھی اس بات کی دلیل ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے یوم پیدائش کو منانا دین کا جزو اور ضروری نہیں ہے اگر میلاد منانا امر شرعی اور ضروری ہوتا تو اصحاب کرامؓ کو اس کی تلاش اور جستجو کی ضرورت پیش آتی اور وہ ضرور اس دن اور تاریخ کو متعین کر لیتے۔ بہرحال مشہور قول مورخین کے مطابق آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی ولادت کی تاریخ ۹ ربیع الاول ہے اور ۱۲ ربیع الاول آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کا دن ہے۔ اب اس مشہور قول کے مطابق رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے محبت کا دعوی اور اس کے نتیجے میں یوم ولادت منانا بعید از قیاس ہے اور یہ بھی عجیب ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی متفقہ تاریخ وفات پر خوشی اور جشن منایا جائے۔ معاشرے میں اگر کسی گھر یا خاندان میں شادی بیاہ کے دنوں موت واقع ہو جائے تو تمام تقریبات منسوخ کر دی جاتی ہیں، جبکہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ اس کے برعکس معاملہ ناانصافی اور تقاضائے ایمان کے منافی ہے۔

تحقیق:

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی تاریخ پیدائش اور وفات کے بارے میں میرے شیخ، شیخ الحدیث والتفسیر علامہ مفتی محمد حسین شاہ نیلوی مدظلہ نے بہت عجیب اور تفصیلی و تحقیقی بحث کی ہے جو مندرجہ ذیل ہے:

حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی تاریخ ولادت اور تاریخ وفات ان ہر دو کو اللہ تعالیٰ نے اپنی حکمت خاص سے مبہم رکھا ہے، تاکہ لوگ ان ایام میں اقوام سابقہ کی طرح بدعات کا ارتکاب نہ کریں۔

تاریخ ولادت:

اس سلسلہ میں صرف تاریخ ہی نہیں بلکہ اس بات میں بھی اختلاف ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کس ماہ پیدا ہوئے۔ چنانچہ بعض علماء کا کہنا ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم ربیع الاول میں پیدا ہوئے، بعض ماہِ صفر، بعض رجب اور بعض رمضان المبارک میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی پیدائش بتلاتے ہیں اور حضرت شیخ عبدالقادر جیلانیؒ نے تو ۱۰ محرم الحرام کو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو یوم پیدائش قرار دیا ہے۔ چنانچہ (غنیۃ الطالبین جلد ۲ ص ۳۷، طبع مصر، مترجم از شمس بریلوی ناشر مدینہ پبلیشنگ کراچی: ۴۲۹) میں فصل بیان کی ہے: واختلف العلماء فی تسیتہ بیوم عاشوداء، کہ ۱۰ محرم الحرام کا نام "عاشورا" کس طرح پڑا ہو تو اس میں علمائے کرام کے نظریات مختلف ہیں، پھر حضرت شیخ جیلانیؒ نے علمائے کرام کے مختلف نظریات بیان کرتے ہوئے دسویں نمبر پر تحریر فرمایا: العاشر ولد نبینا محمد صلی اللہ علیہ وسلم فیہ۔ کہ دسویں بات یہ ہے کہ ۱۰ محرم الحرام کو ہمارے نبی حضرت صلی اللہ علیہ وسلم پیدا ہوئے۔ ہر چند کہ یہ قول شاذ ہے اور علمائے کرام کا اس پر اتفاق ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی پیدائش ربیع الاول میں ہی ہوئی ہے لیکن اس کے باوجود حضرت شیخ جیلانیؒ نے ۱۰ محرم الحرام کو حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی پیدائش کے قائل علماء کا یہ قول نقل فرمانے کے بعد اس کی تردید نہیں فرمائی، جس سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت پیر پیران شیخ عبدالقادر جیلانیؒ خود بھی اُن

معدودے چند علمائے کرام کی صف میں شامل ہیں جو ۱۰ محرم الحرام کو حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی پیدائش کا دن قرار دیتے ہیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

وفات رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کب ہوئی؟

حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات بھی ربیع الاول میں ہی ہوئی تھی لیکن صحیح تاریخ کا علم سوائے اللہ تعالیٰ کے اور کسی کو نہیں البتہ مشہور یہ ہے کہ ۱۲ ربیع الاول ۱۱ھ کو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس دار فانی سے عالم برزخ کی طرف انتقال فرمایا۔ نیز احادیث کی روشنی میں یہ بات تمام علماء کے نزدیک متفق علیہ ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی ولادت اور وفات ربیع الاول کے مہینے میں کسی پیر کے دن ہی ہوئی۔ اب اگر ربیع الاول کا وہ پیر تلاش کرنا ہو جس میں حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا انتقال ہوا تو اس کے لیے کسی ایسے مشہور واقعہ کا انتخاب کرنا ہوگا جس کا دن تمام صحابہ کرامؓ اور محدثین کے ہاں متفق علیہ ہو تاکہ اس مشہور دن سے حساب لگا کر ربیع الاول کے اس پیر کی تاریخ متعین کرنے میں ہماری رہنمائی ہو سکے جس میں حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا انتقال پر ملال ہوا۔

یوم عرفہ ۱۰ھ سے ۱۲ ربیع الاول ۱۱ھ تک تواریخ کا تقابل:

احادیث میں آتا ہے کہ حجۃ الوداع کے موقع پر ۹ ذی الحجہ ۱۰ھ کو حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے عرفات کے میدان میں وقوف فرمایا تھا اور وہ جمعۃ المبارک کا دن تھا۔ اب جبکہ ۹ ذی الحجہ ۱۰ھ کو جمعۃ المبارک کا دن تھا، اور یہ متفق علیہ بات ہے تو اس دن سے حساب لگانا چاہیے کہ ربیع الاول کے اس پیر کو کیا تاریخ تھی جس میں یہ حادثہ عظیمہ ہوا۔

- اب اگر یہ کہا جائے کہ ذی الحجہ ۲۹ دن کا تھا تو یہ جمعرات کا دن بنتا ہے اور یکم محرم ۱۱ھ کو جمعۃ المبارک کا دن ہونا چاہیے پھر آٹھ کو جمعہ اور پھر پندرہ، کو پھر بائیس کو اور پھر انتیس کو جمعہ کا دن ہونا چاہیے، پھر اگر محرم بھی ۲۹ ہی کا ہو تو یکم ربیع الاول اتوار کو ہوگی، جبکہ ۸، ۱۵، ۲۲ اور ۲۹ بھی اتوار ہی کو ہوں گے اور اس حساب سے ۱۲ ربیع الاول کو جمعرات کا دن بنتا ہے۔

- اور اگر کہا جائے کہ ۱۰ھ کا ذی الحجہ ۳۰ دن کا تھا تو اس دن جمعہ ہوگا، اور یکم محرم ۱۱ھ کو ہفتہ کا دن ہونا چاہیے۔ پھر ۸، ۱۵، ۲۲ اور ہفتہ کے دن ہوں گے۔ پھر اگر محرم بھی ۳۰ دن کا ہو تو یہ دن اتوار کا ہوگا اور یکم صفر پیر کو ہوگی۔ پھر ۸، ۱۵، ۲۲ اور ۲۰ بھی پیر کو ہوں گے پھر اگر صفر بھی ۳۰ کا ہو تو یہ دن منگل کا اور یکم ربیع الاول بدھ کے دن ہوگی، پھر ۸، ۱۵، ۲۲ اور ۲۹ بھی بدھ کے دن ہی ہوں گے اور اس حساب سے ۱۲ ربیع الاول کو اتوار کا دن ہوتا ہے۔
- اور اگر کہا جائے کہ ذی الحجہ تو ۲۹ دن کا تھا اور محرم و صفر ۳۰، ۳۰، دن کے تھے تو اس طرح یکم صفر کو اتوار کو دن اور ۳۰ صفر کو پیر کا دن بنتا ہے، اس طرح یکم ربیع الاول منگل کے دن ہوئی، اس حساب سے ۱۲ ربیع الاول کو ہفتہ ہونا چاہیے۔
- اور اگر کہا جائے کہ ذی الحجہ ۳۰ دن کا، محرم ۲۹ اور پھر صفر ۳۰ دن کا تھا تو اس طرح یکم محرم ہفتہ کو اور یکم صفر اتوار کو یکم ربیع الاول منگل کو آتی ہے، جبکہ ۱۲ ربیع الاول ہفتہ کے دن ہونی چاہیے۔
- اور اگر کہا جائے کہ ذی الحجہ اور محرم تو ۳۰، ۳۰ دن کے تھے لیکن صفر ۲۹ دن کا تھا تو اس طرح یکم محرم ہفتہ کو اور یکم صفر پیر کو بنتی ہے، جبکہ یکم ربیع الاول منگل کے دن اور ۱۲ ربیع الاول ہفتہ کے دن بنتی ہے۔
- اور اگر کہا جائے کہ ذی الحجہ اور محرم ۲۹، ۲۹ دن کے تھے اور صفر ۳۰ دن کا تو اس طرح یکم محرم جمعہ اور یکم صفر ہفتہ اور یکم ربیع الاول پیر کو بنتی ہے اس طرح ۱۲ ربیع الاول جمعہ المبارک کو ہوگی۔
- اور اگر کہا جائے کہ ذی الحجہ ۲۰، محرم ۳۰، اور صفر پھر ۲۹ کا تھا تو اس طرح یکم محرم جمعہ کو یکم صفر اتوار کو اور یکم ربیع الاول پیر کو بنتی ہے اور اس حساب سے بھی ۱۲ ربیع الول کو جمعہ کا دن بنتا ہے۔
- اور اگر کہا جائے کہ ذی الحجہ ۳۰ کا اور محرم و صفر ۲۹، ۲۹ دن کے تھے۔ تو اس طرح یکم محرم ہفتہ کو، یکم صفر اتوار کو اور یکم ربیع الاول پیر کے دن بنتی ہے جبکہ ۱۲ ربیع الاول کو جمعہ ہی

ہوتا ہے۔

اب اس کا خلاصہ جدول کی صورت میں بھی ملاحظہ فرمالیجئے۔

نمبر	ذی الحجہ		محرم الحرام		صفر المظفر		ربیع الاول	
۱	۹جمعہ	۲۹جمعرات	یکم جمعہ	۲۹جمعہ	یکم ہفتہ	۲۹ہفتہ	یکم اتوار	۱۲جمعرات
۲	۹جمعہ	۳۰جمعہ	یکم ہفتہ	۳۰اتورا	یکم پیر	۳۰منگل	یکم بدھ	۱۲اتوار
۳	۹جمعہ	۲۹جمعرات	یکم جمعہ	۳۰ہفتہ	یکم اتوار	۳۰پیر	یکم منگل	۱۲ہفتہ
۴	۹جمعہ	۳۰جمعہ	یکم ہفتہ	۲۹ہفتہ	یکم اتوار	۳۰پیر	یکم منگل	۱۲ہفتہ
۵	۹جمعہ	۳۰جمعہ	یکم جمعہ	۳۰اتوار	یکم پیر	۳۰پیر	یکم منگل	۱۲ہفتہ
۶	۹جمعہ	۲۹جمعرات	یکم ہفتہ	۲۹جمعہ	یکم ہفتہ	۳۰اتوار	یکم پیر	۱۲جمعہ
۷	۹جمعہ	۲۹جمعرات	یکم جمعہ	۳۰ہفتہ	یکم اتوار	۳۰اتوار	یکم پیر	۱۲جمعہ
۸	۹جمعہ	۳۰جمعہ	یکم ہفتہ	۲۹ہفتہ	یکم اتوار	۳۰اتوار	یکم پیر	۱۲جمعہ

ہم نے ممکنہ تمام صورتوں میں حساب لگا کر دیکھ لیا لیکن کسی صورت میں ۱۲ ربیع الاول کو پیر کا دن نہیں، البتہ دوسری صفر میں، یعنی اگر ذی الحجہ ، محرم اور اور صفر تین مہینے پورے تیس تیس دن کے مان لیے جائیں تو پھر بھی ۱۲ ربیع الاول اتوار کو بنتی ہے، لیکن چونکہ احادیث کی رو سے ربیع الاول اور پیر کا دن طے شدہ ہی، اور مشہور تاریخ وفات ۱۲ ربیع الاول ہے تو ان تمام چیزوں کو سامنے رکھتے ہوئے کہا جاسکتا ہے کہ پیر ۱۳ ربیع الاول کو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس دار فانی سے انتقال فرمایا اور عوام میں بارہ کا رہندسہ اس لیے مشہور ہوگیا کہ ربیع الاول کے ۱۲ دن پورے ہونے کے بعد یہ سانحہ عظیمہ پیش آیا جیسا کہ کوئی صاحب اگر مہینے کی دو تاریخ کو فوت ہوں تو کہتے ہیں کہ اس نے فلاں ماہ کا ایک دن دیکھا لیکن اس صورت میں بھی ۱۲ ربیع الاول کو حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا یوم وفات قرار نہیں دیا جاسکتا۔

ہماری مندرجہ بالا تحریر سے یہ بات تو معلوم ہو گئی کہ ۱۲ ربیع الاول حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا نہ تو یوم ولادت ہے اور نہ ہی یوم وفات، البتہ پیر کے دن پر سب کا اتفاق ہے۔

باقی رہے یہ بات کہ حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے یوم ولادت کو عید کا دن کہنا، اور اس دن عید کی طرح خوشی کرنا اور مختلف کھانے پکانا یا اس دن میں کثرت سے عبادت کرنا وغیرہ تو جب اس کے لیے کوئی تاریخ ہی طے نہیں ہو سکتی تو ان کاموں کی کیا حیثیت رہ جاتی ہے، نیز اللہ تعالیٰ کے حکم سے حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں دو عیدوں کا حکم دیا ہے تیسری عید منانا اللہ تعالیٰ اور اس کے حکم سے تجاوز کرنا ہوگا، جو کہ انتہائی درجہ کا ناپسندیدہ کام ہے نیز اس کا قطعاً ثبوت نہیں ملتا۔ [گلستان اسلام ربیع الاول ۱۴۱۷ھ]

ربیع الاول کے دن کھانا وغیرہ تیار کرنا:

ایصال ثواب فی نفسہ جائز کام ہے جس کا ثواب میت کو پہنچتا ہے لیکن ربیع الاول کی ۱۲ تاریخ کی تخصیص یا اس ماہ میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی روح کی ایصال ثواب کی خاطر چاول، دیگ، کھانا وغیرہ پکانا، کھیر، کھچڑی، فرنی تیار کرنا چند وجوہ سے باطل ہے۔

ایک تو عام طور پر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے نام پر نذر و نیاز کی نیت سے پیش کرتے ہیں اور اس کو بارہویں شریف کہا جاتا ہے۔ جبکہ غیر اللہ کی نذر و نیاز حرام بلکہ شرک ہے۔ قرآن پاک میں ارشاد ہے:

اِنَّمَا حَرَّمَ عَلَيْكُمُ الْمَيْتَةَ وَالدَّمَ وَلَحْمَ الْخِنْزِيْرِ وَمَا اُهِلَّ بِهٖ لِغَيْرِ اللّٰهِ [البقرة: ۱۷۳]

”بے شک تم پر مردار، خون، خنزیر کا گوشت اور جو اللہ کے سوا کسی اور کے نام (نذر و نیاز) مانا جائے وہ حرام ہے۔“

اس نذر غیر اللہ پر رد کرتے ہوئے ابن نجیم ابو حنیفہ ثانیؒ نے فرمایا ہے کہ:

اَلنَّذْرُ عِبَادَةٌ وَالْعِبَادَةُ لِغَيْرِ اللّٰهِ كُفْرٌ [بحر الرائق]

”نذر عبادت ہے اور عبادت اللہ کے سوا کسی اور کے لیے کرنا کفر ہے“۔

دوسرا یہ کہ اگر کوئی کہے کہ ہم نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی نذر نہیں دیتے بلکہ اللہ

تعالیٰ کے نام پر یہ کھانا وغیرہ تیار کرکے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ایصال ثواب کی نیت سے دیتے ہیں تو یہ بھی اس وجہ سے صحیح نہیں بلکہ ناجائز ہے کہ ایصال ثواب کے لیے اس ماہ اور پھر ۱۲ تاریخ کو خاص کرنا شریعت کے خلاف ہے۔ کیونکہ حدیث شریف میں آتا ہے:

عَنْ اَبِی هُرَیْرَةَ رضی اللہ عنہ عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم قَالَ لَا تَخُصُّوْا لَیْلَةَ الْجُمُعَةِ بِقِیَامٍ مِنْ بَیْنِ اللَّیَالِیْ وَلَا تَخُصُّوْا یَوْمَ الْجُمُعَةِ بِصِیَامٍ مِنْ بَیْنِ الْاَیَّامِ۔ [مسلم]

ابو ھریرہؓ سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ راتوں میں سے جمعہ کی رات قیام (عبادت) مخصوص نہ کرو، اور نہ ہی دوسرے دنوں میں جمعہ کے دن کو روزے کے لیے مخصوص کرو۔

اس حدیث سے ثابت ہوا کہ عبادت کے لیے اپنی طرف سے اوقات وایام کی تخصیص (خاص کرنا) منع ہے۔

اسی طرح مولانا سرفراز خان صفدر صاحب نے راہ سنت میں بھی کہا ہے:

"میت کے لیے دعا اور استغفار کرنا اور صدقہ وخیرات دینا اور بلا اجرت کے قرآن کریم پڑھ کر ایصال ثواب کرنا، اسی طرح نفلی نماز وروزہ اور حج وغیرہ سے میت کو ثواب پہنچانا جائز اور صحیح ہے لیکن ایصال ثواب کے لیے شریعت حقہ نے دنوں اور تاریخوں کی کوئی تعین نہیں کی ہے اور پہلے باحوالہ گزر چکا ہے کہ اپنی طرف سے ایسی تعین کرنا بدعت ہے۔ دلائل اربعہ میں سے کوئی اس پر دلائل نہیں ہے کہ ایصال ثواب کے لیے دنوں کی تعین ضروری ہے۔" [راہ سنت: ۲۶۰]

لہٰذا ایصاب ثواب کے لیے ربیع الاول کی تعین و تخصیص بھی ناجائز ہے۔

حضرت مولانا مفتی رشید احمد گنگوھی رحمۃ اللہ علیہ فتویٰ رشیدیہ میں لکھتے ہیں:

"تقسیم صدقات بہ تخصیص ان ایام کرنا اگر یہ جانتا ہے کہ آج ہی زیادہ ثواب ہے، تو بدعت ضلالہ (گمرہ کن بدعت) ہے علی ہذا تخصیص کسی طعام کی کسی یوم کرنا لغو ہے۔"

[فتاویٰ رشیدیہ: ۱۳۸]

اور دوسری جگہ فرماتے ہیں:

"ثواب میت کو پہنچانا بلا قید تاریخ کے (وقت مقرر کیے بغیر) اگر ہو تو عین ثواب ہے اور جب تخصیصات اور التزامات مروجہ ہوں تو نادرست اور باعث مواخذہ ہو جاتا ہے۔"

[فتاویٰ رشیدیہ: ۱۶۰]

پس ایصال ثواب ہر وقت ہو سکتا ہے یہ ربیع الاول اور پھر ۱۲ تاریخ کی تخصیص بدعت اور لغو ہے۔

عید میلاد النبی صلی اللہ علیہ وسلم اور علمائے دیوبند:

مروجہ عید میلاد النبی صلی اللہ علیہ وسلم کو ہمارے علمائے دیوبند رحمہم اللہ نے بھی بدعت اور ناجائز قرار دیا ہے، چنانچہ دارالعلوم دیوبند کے پہلے مفتی شیخ المشائخ مفتی رشید احمد گنگوہیؒ کہتے ہیں:

"یہ محفل چونکہ زمانہ فخر عالم علیہ السلام میں اور زمانہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین اور زمانہ تابعین اور تبع تابعین اور زمانہ مجتہدین علیہ الرحمۃ میں نہیں ہوئی اس کا ایجاد بعد چھ سو سال کے ایک بادشاہ نے کیا اس کو اکثر اہل علم لکھ چکے ہیں اور اب بھی بہت رسائل فتاویٰ طبع ہو چکے ہیں زیادہ دلیل کی حاجت نہیں عدم جواز کے واسطے یہ دلیل بس ہے کہ کسی نے قرون خیر میں اس کو نہیں کیا زیادہ مفاسد اس کے دیکھنے ہوں تو مطولات فتاویٰ کو دیکھ لیں فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔" رشید احمد گنگوہی عفی عنہ الجواب صحیح خلیل احمد عفی عنہ

[فتاوی رشیدیہ: ۲۵۵]

اور آگے چل کر ایک سوال کے جواب میں لکھتے ہیں:

سوال: مروجہ مجلس میلاد بدعت ہے یا نہیں؟

جواب: مجلس مولود مروجہ بدعت ہے اور بسبب خلط امور مکروہ کے مکروہ تحریمہ ہے اور قیام بھی بوجہ خصوصیت کے بدعت ہے اور امرد لڑکوں کا پڑھنا راگ میں بہ سبب اندیشہ ہیجان فتنہ کے مکروہ ہے اور فاتحہ مروجہ بھی بدعت ہے مع ہذا مشابہ بفعل ہنود ہے

اور تشبیہ غیر قوم کے ساتھ منع ہے۔ ایصال ثواب بدون اس ہئیت کے درست ہے اور جس ضیافت میں امور غیر مشروع ہوں وہاں جانا بھی ناجائز ہے اور جس کا مال حرام ہے خواہ فاحشہ ہو یا مرد مسلم اس کے ہاتھ بیع کرنا اس مال حرام کے عوض حرام ہے کہ کل کو حرام کر دیتا ہے اگر اچھے مال سے خرید کرے درست ہے۔ فقط

[فتاوی رشیدیہ: ۲۵۶]

اسی طرح مفتی اعظم ہند شیخ الشیخ مفتی محمد کفایت اللہ دہلویؒ فرماتے ہیں:

"مروجہ مجالس میلاد کا منعقد کرنا ہی بے اصل ہے۔ وعظ کے لیے مجلس منعقد کی جائے اور عظ کے اثنائے بیان میں آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے حالات اور فضائل بیان کر دیے جائیں اسی میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ولادت شریفہ کے صحیح واقعات بھی بیان کر دے اس قدر جائز اور درست ہے۔ اس قسم کی دینی اور مبارک مجلس کو دنیاوی اور نمائشی آرائش سے صاف رکھنا بہتر ہے۔" محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ دہلی

[کفایت المفتی: ۱: ۱۴۰]

سوال: میلاد شریف کی بنیاد کہاں سے ہے؟ اور کب شروع ہوئی؟ اور کیوں شروع ہوئی؟

جواب: میلاد شریف حضور ﷺ کے زمانہ مبارک کے صدیوں بعد ایجاد ہوئی ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد مسعود اور صحابہؓ و تابعین وائمہ مجتہدین رحمہم اللہ کے زمانہ مبارک میں اس کا وجود نہ تھا۔ اس میں کوئی شبہ نہیں کہ آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے حالات و واقعات اور فضائل و معجزات کا بیان کرنا مسلمانوں کے لیے بصیرت افروز اور موجب سعادت دارین ہے مگر اول تو اس کے لیے یہ ضروری ہے کہ واقعات اور روایات صحیح صحیح بیان کیے جائیں۔ غلط اور موضوع قصے نہ بیان کیے جائیں۔ دوسرے یہ کہ مجلس خاص اہتمام سے اور میلاد کے نام سے منعقد کرنے کا کوئی ثبوت نہیں۔ اس لیے بہتر ہے کہ مجالس وعظ سے ہی یہ کام لیا جائے۔ تیسرے یہ کہ منکرات شرعیہ مثلاً اسراف، تفاخر، ریا سے اجتناب کیا جائے۔ چوتھے کسی خاص

وقت، تاریخ کو اس کے لیے شرعاً مخصوص یا مفید زیادت ثواب نہ سمجھا جائے۔ تو نفس ذکر اوصاف وفضائل آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم افضل مستحبات میں سے ہے۔ واللہ اعلم محمد کفایت اللہ غفرلہ۔ [کفایت المفتی ۱:۱۴۴]

سوال: عید میلاد النبی موجودہ وقت میں مذہبی حیثیت رکھتا ہے یا نہیں؟

جواب: عید میلاد النبی کے نام سے کوئی جلسہ کرنا صحیح نہیں۔ ہاں سیرت مقدسہ کی تبلیغ وبیان کے لیے جلسہ کرنے میں مضائقہ نہیں اور اس کے لیے کسی خاص تاریخ کی تخصیص نہیں اور فضولیات وبدعات سے احتراز رکھنا لازم ہے۔ محمد کفایت اللہ غفرلہ دلی

[کفایت المفتی ۱؛۱۴۴]

اور حکیم الامت مولانا اشرف علی تھانویؒ اپنی کتاب میں مولود شریف کی محفل یعنی عید میلاد پر تفصیلی بحث کرتے ہوئے ایک جگہ لکھتے ہیں:

''وہ محفل جس میں قیودِ غیر مشروعہ موجود ہوں، جو کہ اپنی ذات میں بھی قبیح ومعصیت ہیں۔ مثلاً روایات موضوعہ خلاف واقعہ بیان کی جائیں یا خوش رو، خوش الحان لڑکے اس میں غزل خوانی کریں یا رشوت یا سود وغیرہ کا حرام مال اس میں خرچ کیا جائے یا حد ضرورت سے زیادہ اس میں روشنی فرش وآرائش مکان وغیرہ کا تکلف کیا جائے، یا لوگوں کو جمع کرنے کا اہتمام بہت مبالغہ سے کیا جائے کہ اس قدر اہتمام نماز وجماعت و وعظ کے لیے بھی نہ ہو نا نثر ونظم میں حضرت حق تعالیٰ شانہ یا حضرت انبیا علیہم السلام کی توہین وگستاخی صراحۃً یا اشارۃً کی جائے یا اس مجمع میں جانے سے نماز یا جماعت فوت ہو جائے، یا وقت تنگ ہو جائے یا اس کا قوی احتمال ہو، یا بانی مجلس کی نیت شہرت وتفاخر کی ہو، یا رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم کو وہاں حاضر وناظر جانا جائے یا کوئی اور امر اسی قسم کا خلاف شرع اس میں پایا جائے۔ یہ وہ صورت ہے جو اکثر عوام وجہلا میں شائع وذائع ہے اور شرعاً بالکل ناجائزہ گناہ ہے۔''

[اصلاح الرسوم: ۱۰۹]

اسی طرح مفتی اعظم دار العلوم دیوبند مفتی عزیز الرحمٰن عثمانی دیوبندیؒ اور مفتی اعظم پاکستان مفتی محمد شفیع دیوبندیؒ فتاویٰ دار العلوم دیوبند میں میلاد النبی کے بارے میں لکھتے ہیں:

"رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ذکر مبارک اور آپ کے حالات طیبات کا پڑھنا اور سننا تو مسلمان کے لیے تمام امور میں خیرات وبرکات کا مدار ہے، بلکہ واجب وضرور ہے، لیکن محفل میلاد کی جو موجودہ زمانہ میں رسم پڑ گئی ہے اس میں طرح طرح کی بدعات اور ناجائز کام شامل ہوگئے ہیں، اس لیے جمہور علمائے امت نے اس کو ناجائز قرار دیا ہے اور اس طرح اس محفل میں بوقت ذکر ولادت قیام کرنا بھی بالکل منگھڑت حکم ہے۔ شریعت اسلامیہ میں کہیں اس کا نام ونشان نہیں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ذکر ولادت کرتے ہیں یا مطلق ذکر کے وقت گھڑے ہو جانا نیز صحابہ کرامؓ کی ہزاروں کی جماعت میں سے کسی ایک سے بھی ثابت نہیں کہ ذکر ولادت کرتے وقت تعظیما کھڑے ہوگئے ہوں اور ظاہر ہے کہ اگر یہ قیام کوئی واقعی تعظیم کی چیز ہوتی تو صحابہ کرامؓ اس کو ہرگز نہ چھوڑتے۔ کیونکہ ان سے زیادہ کوئی شخص حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی تعظیم نہیں کرسکتا۔" [فتاویٰ دار العلوم دیوبند، امداد المفتین: ۱۷۲:۲، ۱۷۳]

سوال: یوم النبی کا بہت جگہ بہت چرچا ہے اور اس جگہ میں بھی اس کا اہتمام ہے اس میں شرکت کرنا وچندہ دینا شرعاً جائز ہے یا نہیں؟ بینوا توجروا۔

جواب: یوم النبی صلی اللہ علیہ وسلم کے جلسے جن تقیدات وتعینات کے ماتحت ہو رہے ہیں یہ تو وہ ہی محفل میلاد ہے جس کو نئے لباس میں پیش کیا گیا ہے میرے نزدیک تو قدیم طرز کی عید میلاد یا مطلق محفل میلاد میں اور ان جلسوں میں کوئی فرق نہیں جس طرح وہ بدعت ہیں بلاشبہ یہ بھی بدعت ہیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا کیا یہی حق امت پر ہے کہ سارے سال میں صرف ایک دن اور وہ بھی محض تماشے کے طور پر آپ کا ذکر مبارک جھوٹے سچے رسالوں سے پڑھ دیا اور پھر سال بھر کے لیے فارغ ہو کر آئندہ بارہ وفات کے منتظر ہو کر بیٹھ جائیں۔

افسوس! مسلمانوں کا فرض تو یہ ہے کہ کوئی دن آپ کے ذکر مبارک سے خالی نہ

جائے البتہ یہ ضروری نہیں کہ ذکر فقط ولادت ہی کا ہو کبھی آپ کی نماز کا کبھی آپ کے روزے کا اور کبھی آپ کے اخلاق واعمال کا جو کہ سب سے زیادہ اہم ہیں کبھی ولادت باسعادت کا بھی ہو جائے تو باعث برکت ہے، واللہ اعلم۔

چند دیگر سوالات کے جوابات

یہ جلسے جہالت موجودہ بالکل بدعت اور بہت سے منکرات شرعیہ پر مشتمل ہیں اور آئندہ کے لیے جو خطرات سوال میں ظاہر کیئے گئے ہیں قریب الوقوع معلوم ہوتے ہیں۔ باقی رہا یہ سوال کہ ان جلسوں میں کچھ منافع تبلیغ الحوال سیرت وغیرہ موجود ہیں۔ سو یہ منافع ضرور موجود ہے بلکہ شائد اس دنیا میں کوئی بد سے بدتر فعل بھی نہ نکلے جس سے کوئی ما نفع حاصل نہ ہو لیکن شریعت ایسے منافع کی حق میں بھی یہی فیصلہ صادر کرتی ہے کہ اِثۡمُهُمَاۤ اَكۡبَرُ مِنۡ نَّفۡعِهِمَا یعنی ان کا گناہ ان کے نفع سے زیادہ اس لیے سرے سے اس جلسوں کی شرکت واہتمام والتزم بدعت ہے جس کا ترک ضروری ہے اور یاد رکھیے کہ امت محمدیہ علی صاحبہ الصلوۃ والسلام کی اصلاح اگر ہو سکتی ہے تو صرف اسی طریق سے جو خود نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے امت کے ہاتھ میں دیا ہے نئی نئی شریعتیں اور نئے نئے طریقے بجائے اصلاح کے ہمیشہ افساد کا ذریعہ بنتے ہیں۔ امام مالکؒ نے خوب فرمایا: یعنی جو چیز آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں نہ تھی وہ آج بھی دین نہیں ہو سکتی۔ واللہ اعلم۔ [امداد المفتین: ۱۷۴: ۲: ۱۷۵]

اور فقیہ العصر مفتی رشید احمد لدھیانوی صاحب میلاد مروجہ کی تحقیق کرتے ہوئے ایک سوال کے جواب میں لکھتے ہیں:

”پس اگر ولادت یا معجزات یا غزوات وغیرہ کا ذکر بطور وعظ ودرس بغیر پابندی رسوم کے کرے تو ہزاروں برکتوں کا باعث ہوگا مگر اس زمانہ میں محفل میلاد میں مندرجہ ذیل وجود باعث عدم جواز ہیں۔

الف۔ حضور کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق یہ عقیدہ ہوتا ہے کہ آپ محفل میلاد میں تشریف لاتے ہیں اور یہ صریح کفر ہے جس کی حرمت قرآن کریم کی نصوص صریحہ اور فقہ کی عبارات سے بھی ثابت ہے۔

من قال ان ارواح المشایخ حاضرۃ تعلم یکفر (بزازیۃ) ذکر الحنفیۃ تصریحا بالتکفیر باعتقادان النبی صلی اللہ علیہ وسلم یعلم الغیب لمعار ضتہ قولہ تعالیٰ قل لا یعلم من فی السموات والارض الغیب الا اللہ۔ [شرح فقہ اکبر]

یہ مسئلہ کتب فقہ میں مذکورہ ہے کہ اگر کسی نے نکاح کرتے وقت کہا کہ میرے گواہ خدا اور رسول ہیں تو غرض یہ کہ ایسا عقیدہ رکھنے والے کی تکفیر سے قرآن، احادیث اور کتب فقہ بھری ہوئی ہیں۔

ب۔ محفل میلاد میں شیرینی وغیرہ تقسیم کرنے کو ضروری سمجھا جاتا ہے اور خود محفل میلاد کو بھی واجب کا درجہ دیا جاتا ہے جب کسی جائز کام کو لوگ ضروری سمجھنے لگے تو یہ کام مکروہ ہو جاتا ہے کل مباح یودی الی (الی الوجوب) فمکروہ۔ [الدر المحتار: ج ۱]

ج۔ معین مہینے اور مقرر تاریخ پیر کو میلاد کرنا ضروری خیال کیا جاتا ہے، حالانکہ جب شریعت نے کوئی خاص مہینہ اور تاریخ معین نہیں کی تو اپنی طرف سے شریعت میں زیادتی کرنا ناجائز ہے۔ صحیح مسلم میں روایت ہے لا تختصوا لیلۃ الجمعہ بقیام من بین اللیالی ولا تختصوا یوم الجمعۃ بصیام من بین الایام۔"

[احسن الفتاوی: ۳۴۸:۱]

سوال: مروجہ میلاد النبی صلی اللہ علیہ وسلم میں قیام کرنا کیسا ہے؟ بینوا توجروا

جواب: باسم ملھم الصواب۔ محفل میلاد میں قیام بدعت ہے، حدیث میں اس کی صاف ممانعت آئی ہے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے عین حیات میں صحابہ کرامؓ کو فرمایا کہ تم کھڑے ہو کر میری تعظیم نہ کیا کرو۔ جیسا کہ عجم کا دستور ہے کہ وہ آپس میں ایک دوسرے کی کھڑے ہو کر تعظیم کرتے ہیں۔ محفل میلاد کسی خاص دن میں کرنا اور

اس کو ضروری سمجھنا، شیرینی وغیرہ تقسیم کرنے کا اہتمام کرنا، قیام کرنا، یہ امور شرعاً ناجائز ہیں۔ نیز حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے مجلس میں حاضر ہونے کا اعتقاد رکھنا شرک ہے ان امور سے اگر مجلس منزہ ہو تو باعث برکت وہدایت ہے ورنہ ضلالت وگمراہی۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم [احسن الفتاوی: ۱:۳۸۳]

بریلوی اکابر اور مولود:

بریلوی مکتب فکر کے اعلیٰ حضرت اور بانی احمد رضا خان بریلوی نے اپنی کتب میں مروجہ میلاد اور عرس کی بدعات اور خرافات کے بارے میں جو لکھا ہے وہ ملاحظہ ہو؛

سوال: ایک جگہ عرس ہے، لوگ جمع ہیں اور قوالی اس طریقہ سے ہو رہی ہے کہ ایک ڈھول سارنگیاں بج رہی ہیں۔ قوال پیران پیر دستگیرؒ کی شان میں اشعار کہہ رہے ہیں اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی نعت کے اشعار اور اولیاء اللہؒ کی شان میں اشعار گا رہے ہیں اور ڈھول سارنگیاں بج رہی ہیں ایسی قوالی جائز ہے یا نہیں؟

جواب: ایسی قوالی حرام ہے۔ حاضرین سب گنہگار ہیں اور سب کا سب گناہ ایسا عرس کرنے والوں اور قوالوں پر ہے اور قوالوں کا بھی گناہ اس عرس کرنے والے پر بغیر اس کے کہ عرس کرنے والے نے جو قوالوں کو بلایا ہے اس وجہ سے قوالوں پر سے گناہ کی کچھ کمی آئے یا اس کے اور قوالوں کے ذمے حاضرین کا وبال پڑنے سے حاضرین کے گناہ میں کچھ تخفیف ہو، نہیں! بلکہ حاضریں میں ہر ایک پر اپنا پورا گناہ الگ اور قوالوں کے برابر جدا اور سب حاضرین کے برابر علیحدہ۔ وجہ یہ کہ حاضرین کو عرس کرنے والے نے بلایا۔ ان کے لیے اس گناہ کا سمان پھیلایا کا باعث وہ عرس کرنے والا ہوا۔ وہ نہ کرتا نہ بلاتا تو یہ کیونکر آتے بجاتے لہٰذا قوالوں کا گناہ بھی اس بلانے والے پر ہوا۔ الخ

[حکام شریعت :۱: ۴۸،۴۷]

فقیر غفرلہ المولیٰ القدیر نے اپنے فتاویٰ میں ثابت کیا ہے کہ ان پیروان ہوئے نفس کا حضرات اکابر فرماتے ہیں کہ یہ ہمارے مشائخ کرام پر افترا ہے۔ نیز ان کے تمام تمسکات کا ایک

اجمالی جواب موضوع صواب ان لفظوں میں گزارش کر دیا ہے کہ بعض جہال بدمست یا نیم ہوس پرست یا جھوٹے صوفی بادبدست کہ احادیث صحیحہ مرفومہ محکمہ کے مقابل بعض ضعیف قصے یا متشابہ کلمے پیش کرتے ہیں۔

انہیں اتنی عقل نہیں یا قصداً بے عقل بنتے ہیں کہ صحیح کے مقابل ضعیف، متعین کے آگے محمل، محکم کے آگے متشابہ واجب الترک ہے۔[مسائل سماع از احمد رضا بریلوی: ۸۷]

مسئلہ: سیدی ابو علی رودباری رضی اللہ عنہ سے سوال ہوا کہ ایک شخص مزامیر (ڈھول باجے) سنتا ہے اور کہتا ہے کہ میرے لیے یہ حلال ہیں اس لیے کہ میں ایسے مقام تک پہنچ گیا ہوں کہ احوال کا اختلاف مجھ پر اثر نہیں ڈالتا۔ فرمایا: ہاں پہنچا تو ضرور! مگر کہاں تک؟ (پھر خود ہی فرمایا) جہنم تک۔ [فتاوی افریقیہ ۱۳۷]

افعال مذکورہ (بے نماز، شرابی، داڑھی کترے، یا بڑی مونچھوں والے، بے وضو، بے ادب گستاخ سے منگھڑت روایتوں کے ساتھ اکیلے یا دو چار آدمیوں کے ساتھ مل بیٹھ کر مولود شریف پڑھنا پڑھانا وغیرہ سخت کبائر ہیں اور ان کا مرتکب اشد فاسق وفاجر مستحق عذاب نیزان وغضب رحمٰن اور دنیا میں مستوجب ہزاراں ذلت ہوا۔ خوش آوازی یا کسی علت نفسانی کے باعث اسے مجارد مسند پر کہ حقیقۃً مسند حضور پر نور سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم ہے۔ تعظیماً بٹھانا، اس سے مجلس مبارک پڑھوانا حرام ہے۔۔۔ روایت موضوعہ پڑھنا بھی حرام، سننا بھی حرام۔ ایسی مجالس سے اللہ عزوجل اور حضور پر نور سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کمال ناراض ہیں۔ ایسی مجالس اور پڑھنے والا اور اس حال سے آگاہی پا کر بھی حاضر ہونے والے سب مستحق غضب الٰہی ہیں۔ یہ جتنے حاضرین ہیں سب وبال میں جدا جدا گرفتار ہیں اور ان سب کے وبال کے برابر اس پڑھنے والے پر وبال ہے۔ اور خود اس کا گناہ اس پر طرح۔ مثلاً ہزار شخص حاضرین مذکور ہوں تو ان پر ہزار گناہ۔ اور اس کذاب قاری پر ایک ہزار ایک گناہ اور ربانی پر دو ہزار دو۔ ایک ہزار موضوعہ، جس قدر کلمات نامشروعہ وہ قاری جاہل جری پڑھے گا ہر روایت، ہر کلمہ پر یہ حساب وبال وعذاب تازہ ہوگا۔

مثلاً فرض کیجئے کہ ایسے سو کلمات مردودہ اس مجلس میں اس نے پڑھے، تو ان حاضرین میں ہر ایک پر سو سو گناہ اور اس قاری و علم دین سے عاری پر ایک لاکھ ایک سو گناہ اور بانی پر دو لاکھ دو سو گناہ۔ وقس علیٰ ہذا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پاک و منزہ ہیں اس سے کہ ایسی ناپاک جگہ تشریف فرما ہوں۔ البتہ وہاں ابلیس شیاطین کا ہجوم ہوگا العیاذ باللہ رب العالمین۔ ذکر شریک حضور پرنور سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کا باوضو ہونا مستحب ہے اور بے وضو بھی جائز ہے۔ الخ

کتبہ عبدالمذنب احمد رضا البریلوی عفی عنہ [فتاوی رضویہ باب الحظر والاباحۃ: ۶۹۱ تا ۶۹۳]

[ماخوذ از عید میلاد النبی اور اس کی شرعی حیثیت علامہ نیلوی]

ابو معاویہ مفتی مولانا محمد ایاز

صفر ۱۴۲۲ھ بمطابق مئی ۲۰۰۱ء